International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 02, July-Dec 2023
pp: 392- 405

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

رخصت و عزیمت کے تفہیمی مباحث کا تخصیصی مطالعہ

A Specialized Study of the Interpretative Debates on Rukhṣat (Concession) and ʿAzīmat (Firmness)

Samina Hanjra
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, University of Lahore, Lahore.
Dr. Muhammad Nawaz (Hasani)
Professor, Department of Islamic Studies, University of Lahore, Lahore.

Abstract

Islam is a universal religion and a complete system of life that has guided humanity in all ages. As long as the Islamic rules are not only in accordance with nature, but in it the psychological and physical inclinations of all nations and regions of the world have been exempted. Islamic law is a wonderful gift from Allah Almighty to humanity, which no other law in the world can compete with. There is no provision in it which is impractical for common people. For the convenience of the Muslim Ummah, Allah has set two levels of departure and leave in fulfilling certain orders so that people can fulfill the divine commands according to their convenience. It is obligatory on the servants and leave is the name of the extent that is given to the oblige in the context of doing it despite the existence of the reason of sanctity, or due to being unable to do it. It is agreed that leave Proved by Sharia. While the difference between them is that departure is related to the painful commandments and the one who is exempted from these painful commandments is called leave. In some commands, two different types of actions are transmitted from the Messenger of Allah and in view of the circumstances, both are followed. The capacity has been set. In the implementation of some rules, conditions and interests were discounted and, in some cases, persons and individuals. Since all the rules are different in terms of human temperament and strength, therefore in the religion of Islam, some leaves have been given along with the original rules so that the conditions and it should be easy to follow the religious orders according to the circumstances. While these rules based on leave are proof that Islam is the religion of nature, on some occasions Islam has also encouraged them to be followed.

Keywords: Islam, humanity, Patriarchy, psychological, departure, leave

تعارف موضوع

اسلام ایک آفاقی مذہب اور مکمل نظام حیات ہے جس نے ہر دور میں انسانیت کی رہبری کی ہے۔ جب تک اسلامی احکام پر جو نہ صرف فطرت کے عین مطابق ہیں بلکہ اس میں تمام اقوام عالم اور دنیا کے ہر خطے کی نفسیات اور طبعی میلانات کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اسلامی قانون انسانیت دنیا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ شاندار عطیہ ہے، جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی اور قانون نہیں کر سکتا۔ اس میں کوئی ایسا حکم نہیں جو عام لوگوں کے لیے ناقابل عمل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کی آسانی کے لیے بعض احکام کی ادائیگی میں عزیمت اور رخصت کے دو درجے مقرر کیے ہیں تاکہ انسان اپنی سہولت کے مطابق احکام الٰہی کی بجا آوری کرے۔ عزیمت اس چیز کو کہتے ہیں جو امر الٰہی اللہ تعالیٰ کی وجہ سے بندوں پر لازم ہو اور رخصت اس وسعت کا نام ہے جو مکلف کو سبب حرمت کے قائم رہنے کے باوجود کسی عذر یا اس سے عاجز رہنے کی وجہ سے اس کے کرنے کے سلسلہ میں دی جائے۔ اس میں اتفاق ہے کہ عزیمت اور رخصت دونوں نص شرعی سے ثابت ہوتے ہیں۔ جب کہ ان میں فرق یہ ہے کہ عزیمت کا تعلق احکام تکلیفیہ سے ہے اور ان احکام تکلیفیہ میں جو استثنیٰ ہے اس کو رخصت کہتے ہیں۔ بعض احکام میں رسول اللہ سے دو مختلف قسم کے عمل منقول ہیں اور حالات کے پیش نظر دونوں پر عمل کی گنجائش رکھی گئی۔ بعض احکام کے نفاذ میں حالات و مصالح کی رعایت کی گئی اور بعض میں اشخاص و افراد کی۔ چونکہ تمام احکام انسان مزاج اور قوی کے اعتبار سے مختلف ہیں اس لیے دین اسلام میں بھی اصل احکام کے ساتھ کچھ رخصتیں دی گئی ہیں تاکہ حالات و ظروف کے اعتبار سے دینی احکامات پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ رخصت پر مبنی یہ احکام جہاں اسلام کے دین فطرت ہونے کی دلیل ہیں وہیں بعض مواقع پر اسلام نے ان پر عمل کی ترغیب بھی دی ہے۔

اسلام میں رخصت کی ضرورت و اہمیت

اسلام ایک جامع اور مکمل دین ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے کامل رہنمائی رکھی ہے، اللہ تعالیٰ انسان کے خالق و مالک ہیں اور اس کی ہر طرح کی ضرورتوں کو خوب جانتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے احکامات دیے ہیں کہ ہر موقع، زمانے اور حالات میں شریعت پر عمل ممکن ہو سکے۔

رسول اکرم ﷺ سے پہلے مختلف اوقات میں بہت سے انبیاء اللہ تعالیٰ کے احکام لے کر آتے رہے جن پر ان کی قوم کے لیے عمل کرنا لازم تھا۔ رسول اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور آپ ﷺ کو آخری نبی کی حیثیت سے مبعوث کیا گیا۔ آپ ﷺ کی امت آخری امت اور آپ ﷺ پر نازل کی جانے والی کتاب آخری کتاب قرار دی گئی اسی طرح آپ ﷺ کی شریعت کو بھی آخری شریعت کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ اس کے بعد قیامت تک کوئی شریعت نہیں آئے گی چنانچہ رہتی دنیا تک سارے اقوام عالم کے لیے اسی پر عمل کرنا لازم ہو گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس شریعت کے

کامل، مکمل اور ابدی ہونے کا ان الفاظ میں صاف اعلان فرمایا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾[1]

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔"

رخصت؛ شریعت محمدی کی خصوصیت

چونکہ شریعت محمدی ﷺ کو قیامت تک باقی رہنا ہے لہٰذا اس کو ابدی ضابطہ حیات بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات اور امتیازات سے نوازا ہے۔ ان میں دو صفات بہت ممتاز ہیں: ایک اس شریعت کا جامع ہونا اور دوسرا آسان ہونا۔ یہ شریعت جامع تو اس وجہ سے ہے کہ گزشتہ اور آئندہ قیامت تک رونما ہونے والے کسی بھی واقعہ کا حکم قرآن وسنت میں موجود ہے جو کبھی واضح الفاظ میں ہوتا ہے اور کبھی قرآن وسنت کے دلائل میں غور وفکر سے مستنبط کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس شریعت اور آپ ﷺ کی بیان کردہ تعلیمات میں ہر دور کے مسائل کا حل اور ہر عہد کی تحدیات (Challenges) سے نبرد آزما ہونے کا جامع دستور موجود ہے۔ اس شریعت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں لوگوں کو پیش آنے والے ہر قسم کے حالات کی رعایت رکھی گئی ہے۔ جہاں کہیں حالات کی وجہ سے اصل احکام اور عزیمت پر عمل کرنے میں حرج اور تنگی لاحق ہو تو استثنائی احکام اور رخصتیں دی گئیں تاکہ وہ ان پر عمل کر کے شریعت پر عمل پیرا رہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اسی احسان کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾[2]

"تم دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔"

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾[3]

"اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔"

انہی آیات کی بنیاد پر فقہاء کرام نے رخصت سے متعلق کئی ضابطے مقرر فرمائے۔ مثلاً:

"المشقة تجلب التيسير"[4]

"مشکل آسانی کو کھینچ کر لاتی ہے۔"

"الضرورات تبيح المحظورات"[5]

"ضروریات ممنوع چیزوں کو مباح بنا دیتی ہیں۔"

رخصت؛حکمت الٰہی کا تقاضا

ایک طرف قرآن وسنت میں متعدد جگہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا اب اگر ہر حال میں عزیمت ہی کو اختیار کرنا لازم ہو اور کسی صورت رخصت کی کوئی گنجائش نہ دی جائے تو ایسا ہونا اللہ تعالیٰ کے فرمان و منشاء کے خلاف ہو گا، نیز احکام شرعیہ میں رخصت کا ہونا عقلی لحاظ سے بھی واضح اور ضروری ہے، شریعت اسلامیہ کے مزاج میں یسر اور اس کا بنیادی اصول آسانی ہے اس کے برعکس اگر کسی حکم شرعی کے بجالانے میں مشقت اور حرج واقع ہو اور اس پر عمل بھی لازم قرار دیا جائے تو یہ مزاج شریعت کے خلاف ہو گا نتیجتاً شریعت کے دلائل میں تناقض و تعارض واقع ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل اور لطف و کرم ہے کہ اس نے مشقت اور حرج کو احکام میں آسانی کا سبب قرار دیا کہ امت کے لیے کسی حال میں بھی شریعت پر عمل کرنا مشکل نہ ہو۔ چنانچہ پورے دین اسلام میں خواہ وہ عبادات کا شعبہ ہو یا معاملات کے مسائل، معاشرتی زندگی کے نشیب و فراز ہوں یا حدود و تعزیرات کی عقوبات، غرضیکہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق ایسی شرعی رخصتیں اور آسانیاں دی گئی ہیں کہ دین پر چلنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اس دین کو ”دین فطرت“ اور ”دین یسر“ کہا جاتا ہے اور یہ واحد دین ہے جو بڑا عملی، آفاقی دین تمدن ہے جو زمانے کا رفیق نہیں راہبر ہے، راہ رو نہیں راہنما ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ماحول، سماج، عرف وعادت کی تبدیلی، انقلابات اور اخلاقی قدروں کے تغیرات کے باوجود انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں شریعت کی رہنمائی کا اصل راز اس کی شرعی رخصتیں، عزیمت و رخصت کے درمیان اعتدال اور توازن ہی ہے۔

رخصت میں رویہ اعتدال

فقہ اسلامی میں رخصت کے عنوان کے تحت اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ نہ تو انسان کی جائز ضروریات سے صرف نظر کیا جائے کہ لوگ دشواریوں میں پڑ کر اسلام کو ایک بوجھ تصور کریں اور شریعت کے برخلاف راہ اختیار کریں اور نہ یہ کہ رخصت کے ذریعے اباحت عامہ کا پورا دروازہ کھل جائے کہ حدود کی نصوص کا کوئی معنی ہی باقی نہ رہے۔

امت کے فقہاء کرام نے احکام شرع سے متعلق شرعی رخصتوں کی تبیین و توضیح میں بڑی عرق ریزی سے کام کیا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نت نئے احکام و مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں جن میں عزیمت و رخصت کی حدود کا تعین کیا جانا ضروری ہوتا ہے لہٰذا مسلسل تحقیق کے ذریعے شرعی رخصتوں کو واضح کیا جاتا رہا ہے، جس سے شرعی رخصتوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور شریعت پر عمل کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا احساس بھی پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا یہ دین یقیناً آسان اور سہل ہے جس میں طبائع انسانی کی ان گنت رعایتیں رکھی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾[6]

"اللہ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔"

قرآن وسنت سے رخصت کا ثبوت

شریعت اسلامیہ میں کچھ احکام عزیمت سے متعلق ہیں جن پر عمل کرنا یقیناً اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ احکام میں رخصتیں بھی دی ہیں اوران پر عمل کرنا بھی بہت پسندیدہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جس ک وحضرت عبد اللہ بن عمر نے روایت کیا ہے:

«إن الله يحب أن تؤتى مياسيره كما يحب أن يطاع في عزائمه»[7]

"اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں سے فائدہ اٹھانے کو پسند کرتا ہے جیسے کہ وہ اپنی عزیمتوں پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے۔"

قرآن وسنت کی تعلیمات کے پیش نظر احکام میں دی گئی رخصتوں کو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور احسان جانتے ہوئے قدر دانی کرنی چاہیے اوران کو بالکل نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور مجبوری ومعذوری کے حالات میں رخصتوں سے اعراض کرتے ہوئے زیادہ بہادری نہیں دکھانی چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کام کیا اور اس میں رخصت رکھی تو یہ بات آپ ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں تک پہنچی تو ان لوگوں نے اسے ناپسند سمجھا اور اس سے پرہیز کیا آپ ﷺ کو اس بات کا پتہ چلا تو پھر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ جن کو یہ بات پہنچی ہے کہ میں نے ایک کام کرنے کی اجازت دے دی ہے اور وہ اسے ناپسند سمجھ رہے ہیں اور اس سے پرہیز کر رہے ہیں اللہ کی قسم میں ہی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں اور میں ہی اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔"[8]

اللہ تعالیٰ انسان کے خالق ہیں اور اس کی ہمت اور طاقت کو بخوبی جانتے ہیں اسی لیے اس کے لیے آسان دین منتخب فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾[9]

"اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ سانی کا معاملہ کرے، اور انسان کمزور پیدا ہوا ہے۔"

اسی مضمون کی ایک دوسری آیت میں بیان فرمایا:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾[10]

''اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔''

احادیث مبارکہ میں بھی مختلف مقامات پر اس بارے میں ذکر فرمایا:

''سیدنا ابوہریرہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا دین بہت آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا وہ اس پر غالب آجائے گا، پس تم لوگ میانہ روی کرو اور (اعتدال سے) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ (کہ تمہیں ایسا دین ملا) اور صبح اور دوپہر کے بعد اور کچھ رات میں عبادت کرنے سے دینی قوت حاصل کرو۔''[11]

ایک حدیث میں وارد ہے:

عن ابن عباس قال: قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أي الأديان أحب إلى الله؟ قال: «الحنيفية السمحة»[12]

''سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا دین اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو نرمی والا دین حنیف پسند ہے۔''

نبی کریم ﷺ خود بھی نرمی کا حکم فرماتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اسی کا حکم دیتے تھے:

''سعید بن ابی بردہ ان کے والد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے دادا ابوموسیٰ اور معاذ کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا نرمی کرنا سختی نہ کرنا لوگوں کو خوش رکھنا رنجیدہ نہ کرنا اور تم دونوں متفق رہنا۔''[13]

رخصت کے اسباب

قرآن و سنت میں متعدد آیات اور احادیث ہیں جو رخصت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں تاہم رخصت کبھی تو اضطراری کیفیت میں دی جاتی ہے، کبھی مشقت کی وجہ سے اور کہیں آسانی اور تخفیف کے لیے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اکل حلال کی اجازت دی اور اس پر شکر بجالانے کا حکم فرمایا اور مردار، خنزیر وغیرہ کے کھانے سے منع فرمادیا کہ اس میں اللہ کی نافرمانی کے ساتھ ساتھ جسمانی اور روحانی بیماریاں ہیں تاہم انتہائی مشکل اور جان کے خوف کے وقت ان کو بھی قدر ضرورت کھالینے کی گنجائش ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[14]

"اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"عباد بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سال ہمارے ہاں قحط پڑا تو میں مدینہ گیا وہاں ایک باغ میں پہنچا اور اناج کی بالی لے کر ملی اور کھالی اور کچھ اناج اپنے کپڑے میں باندھ لیا اتنے میں باغ کا مالک آیا اس نے میری پٹائی کی اور میرا کپڑا بھی لے لیا۔ میں نبی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات عرض کر دی کہ بھوکا تھا۔ نبی (ﷺ) نے اس مرد سے فرمایا تو نے اسے کھلایا بھی نہیں اور یہ جاہل تھا تو نے اسے بتایا بھی نہیں (کہ دوسرے کا مال بلا اجازت نہیں لیا کرتے) پھر نبی نے اسے حکم دیا تو اس نے میرا کپڑا واپس کر دیا اور آپ نے میرے لیے ایک وسق یا آدھا وسق اناج کا حکم دیا۔"(15)

سورۃ انعام میں فرمایا:

﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (16)

"کہہ دے میں اس وحی میں، جو میری طرف کی گئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بیشک وہ گندگی ہے، یا نافرمانی (کا باعث) ہو، جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بیشک تیرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی جانوں پر سختی مت کیا کرو کہ پھر تم پر سختی کی جائے گی۔ کیونکہ بعض لوگوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کر دی۔"(17)

پھر کچھ احکام ایسے ہوتے ہیں جن کے عمل کرنے میں جان کا تو خوف نہیں ہوتا، لیکن بسا اوقات ان پر عمل سے مشکلات واقع ہوتی ہیں۔ ایسے میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا خیال رکھا اور ان کے لیے احکام میں تخفیف کر دی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾[18]

"اللہ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔"

یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ تھوڑی بہت مشقت اور تکلیف تو دنیا کے ہر کام میں ہوتی ہے اگر اس کو بھی مطلقاً اسباب رخصت میں شامل کیا جائے تو تمام احکام بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔ البتہ انسان کے لیے غیر معمولی مشقت ہونے کی صورت میں شریعت کی طرف اس حکم میں تخفیف اور تیسیر ہو جاتی ہے کہ شریعت کا مقصد انسان کو مشقت اور تکلیف میں ڈالنا نہیں ہے بلکہ عبدیت کے ذریعے مستحق جنت بنانا ہے۔ ارشاد باری تعایٰ ہے:

﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [19]

"اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تا کہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے، تا کہ تم شکر کرو۔"

رخصت سے متعلق اجماع امت

قرآن، حدیث اقوال وآثار صحابہ اور محدثین وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے بیان کردہ اصول و قواعد کی روشنی میں امت کے جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شریعت اسلامیہ میں رخصت نہ صرف موجود ہے بلکہ اس کا اختیار کرنا محمود بھی ہے اور یہ کہ شریعت میں حرج ومشقت کو (بندوں) سے دور کر دیا گیا ہے۔[20]

تلاش رخصت کا شرعی حکم

رخصتوں کی تلاش کے بارے میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال مذکور ہیں:

1۔ ممنوع 2۔ جائز

رخصتوں کی تلاش کی ممانعت سے متعلق اقوال

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ مختلف مذاہب سے صرف رخصت کو تلاش کرے۔"[21]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

"مختلف مذاہب سے صرف رخصتوں کو تلاش کرنا جائز نہیں ہے۔"[22]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس آدمی نے کسی متعین امام کی تقلید کی اور پھر کسی عالم کے فتوی اور دلیل کے بغیر اس کی مخالفت کی اور اس امام کی رائے کے برخلاف کسی اور رائے پر خود سے عمل کرنے لگا تو اس نے خواہش نفس کی پیروی کی، ایسا کرنا اس کے لیے جائز نہیں، ایسا شخص گناہگار ہو گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کوئی آدمی جو پہلے کسی حکم کے واجب یا حرام ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو پھر بغیر دلل کے محض خواہش نفس کی بنیاد پر اس کے خلاف عقیدہ رکھ لے تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔"(23)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کسی شخص کے لیے رخصتوں کو تلاش کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی حرام اور مکروہ حیلوں کو تلاش کرنا جائز ہے۔ اور ایسے حیلہ کا سوال پوچھنا بھی حرام ہے۔" (24)

نیز مزید فرماتے ہیں:

"دین کے احکام میں خواہش نفس پر عمل کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی مرضی کے حکم پر عمل کرے اور اسی کے مطابق لوگوں کو فتوی دے اور اپنے مخالف کو اس کے برخلاف مسئلہ بتائے۔ یہ عمل اکبر الکبائر یعنی بڑے گناہوں میں سے ہے اور اللہ کے دین کے ساتھ مذاق کرے کے مترادف ہے۔"(25)

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تشنیف المسامع" میں فرماتے ہیں:

"رخصتوں کو تلاش کرنا ممنوع ہے۔"(26)

نیز وہ فرماتے ہیں:

"ابو اسحاق مروزی کہتے ہیں کہ رخصتوں کو تلاش کرنے والا گناہگار ہے۔"(27)

قائلین جواز کے دلائل

جن حضرات نے رخصتوں کی تلاش تتبع کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے رخصت اور سہولت سے متعلق قرآن و حدیث کے عمومی دلائل سے استدلال کیا جس کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:۔ شریعت اسلامیہ کی بنیاد یسر اور آسانی ہے، اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾(28)

"اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔"

لہٰذا اگر کوئی شخص آسانی اور سہولت کی خاطر مختلف مذاہب سے رخصتیں تلاش کرے تو جائز ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«یسروا ولا تعسروا»[29]

"تم لوگوں پر آسانی کرو اور تنگی نہ کرو۔"

دوسری حدیث میں فرمایا:

«کان رسول الله صلی الله علیه وسلم بین أمرین إلا اختار أیسرهما ما لم یأثم»[30]

"رسول اللہ ﷺ کو جب بھی جو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کا انتخاب فرماتے تھے۔"

مندرجہ بالا احادیث سے بھی معلوم ہوا کہ آسانی اور سہولت کی خاطر رخصتوں کو تلاش کرنا جائز ہے۔

قائلی جواز کی تیسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام ایک دوسرے سے مسائل پوچھتے تھے، اور کسی مخصوص صحابی کی تعیین نہیں ہوتی تھی بلکہ جو بھی مسئلہ جاننے والا ہوتا اسے سے پوچھ لیتے تھے، بلکہ بسا اوقات ایک مسئلہ ایک صحابی سے پوچھتے اور کسی دوسرے مسئلہ میں اس صحابی کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے دوسرے سے پوچھ لیتے۔ اسی طرح تابعین کے زمانہ میں بھی یہی صورت حال تھی اور ان دونوں زمانوں کو خیر کا زمانہ کہا گیا ہے۔

لہٰذا مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں کسی مخصوص مذہب کی پیروی کرنا لازم نہیں بلکہ ہر مذہب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

عزیمت

عزیمت، رخصت کے بالمقابل ہے۔ رخصت کی اجازت کے ساتھ ساتھ عزیمت کی ترغیب دی گئی ہے۔ شریعت میں رخصت کے ساتھ عزیمت کو بھی ذکر کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اصل حکم کیا ہے اور کس پر عمل اولیٰ ہے۔

عزیمت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لغت میں عزیمت کے مختلف معانی آتے ہیں:

1۔ یہ باب ضرب یضرب کا مصدر ہے، جیسے **عزمه عزما**، یعنی کسی کام کا پختہ عزم و ارادہ کرنا۔[31]

2۔ **الصبر والجد**: صبر و استقامت اختیار کرنا۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ﴾[32]

3۔ **القصد والارادة**: کسی کا ارادہ کرنا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾[33]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے المستصفیٰ میں عزیمت کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"ما لزم العباد بايجاب الله تعالیٰ "[34]

"عزیمت وہ احکام ہیں جو بندوں پر اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے لازم ہوئے ہوں۔"

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"العزيمة ما شرع من الاحكام الكلية ابتداء"[35]

"عزیمت وہ احکام ہیں جو ابتداء اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر لازم ہیں۔"

جیسے ظہر، عصر، عشاء کی چار رکعتیں اور رمضان کا روزہ ابتداء اللہ تعالیٰ نے ہم پر لازم کیا ہے، اس لیے ان کو عزیمت کہیں گے۔ن احکام کو عزیمت کہنے کی وجہ ان کے سبب کا پختہ ہونا ہے اور سبب کی پختگی یہ ہے کہ ان احکام کے آمر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں جن کی اطاعت ہم پر فرض ہے، وہ ہمارے معبود ہیں اس حیثیت سے انہیں اختیار ہے کہ اپنے بندوں پر جو چاہیں حکم لازم کریں۔

عزیمت ورخصت کی اصل کیا ہے؟

عزیمت ورخصت میں اصل اور قابل ترجیح کیا ہے؟ اس بارے میں علماء اصولیین کا اختلاف ہے بعض حضرات ہر حال میں عزیمت پر عمل کرنے کو افضل سمجھتے ہیں تو بعض رخصت کو قابل ترجیح قرار دیتے ہیں البتہ تطبیقی رائے یہ ہے کہ یہ فیصلہ مجتہد کی رائے پر منحصر ہے کیونکہ نہ تو ہر حال میں عزیمت پر عمل کرنا افضل ہے اور نہ ہی رخصت پر، بلکہ بعض حالات میں عزیمت قابل ترجیح ہوتی ہے اور بسا اوقات رخصت پر عمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھار تو مجتہد کے لیے دونوں پر عمل کی جہت برابر ہو جاتی ہے۔

عزیمت کی ترجیح کے دلائل

1۔ احکام شرعیہ میں اصل عزیمت ہی ہے یعنی جو حکم جس کیفیت اور شرائط کے ساتھ نازل ہوا اسی طرح اسے ادا کیا جائے۔ نیز عزیمت کی دلیل قطعی ہے، لہٰذا عزیمت پر عمل کرنا اولیٰ وافضل ہے۔

2۔ تمام بندوں کے لیے اصل حکم عزیمت ہی ہے جبکہ رخصت عذر اور مجبوری کی حالت میں ایک استثنائی صورت ہے لہٰذا عزیمت کلی ہے اور رخصت جزئی ہے کلی اور جزئی میں تعارض کے وقت کلی مقدم ہو گی۔

3۔ اگر ہر موقع پر رخصت ہی کو اختیار کرنے کی ترغیب ہو تو لوگوں میں عزیمت پر عمل کرنے میں سستی اور لاپرواہی پیدا ہو جائے گی جو کہ مقاصد شریعت کے خلاف ہے لہٰذا عام حالات میں عزیمت کو اختیار کرنا افضل ہے۔

4۔ شریعت میں امر اور نہی کے تقاضوں پر عمل کرنے اور صبر واستقامت اختیار کرنا کا حکم دیا گیا ہے اگرچہ تکلیف ومشقت کیوں نہ اٹھانی پڑے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ﴾[36]

"جب وہ تم پر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آگئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے۔"

اس آیت میں غزوہ خندق کی منظر کشی کی گئی ہے جب کفار کے مختلف گروہوں نے چاروں اطراف سے مدینہ کو گھیر لیا تھا اور مسلمانوں پر ایک خوف کی کیفیت طاری تھی لیکن اس کے باوجود وہ ڈٹے رہے اور استقامت دکھائی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ذلیل ورسوا کیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان استقامت اختیار کرنے والے صحابہ کرام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾[37]

"مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا۔"

اب دیکھیے مذکورہ غزوہ میں مسلمانوں پر سخت حالات پیش آئے لیکن انہوں نے عزیمت کے راستے کو اختیار کرتے ہوئے استقامت دیکھائی جس کے نتیجے میں نہ صرف ان کو فتح ملی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں قرآن مجید کی آیات نازل فرمائیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لشکر اسامہ کی روانگی کے وقت صحابہ کرام نے جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ نیز مرتدین سے قتال کے وقت تمام قبائل عرب مسلمانوں کے مقابلہ میں تھے لیکن انہوں نے عزیمت کی راہ اختیار کی اور فتح یاب ہوئے۔ خلاصہ یہ کہ دین میں عمل کرنے اور اس کا دفاع کرنے کے لیے عزیمت کی ارہ کو اپنانا لازم ہے۔

رخصت کی ترجیح کے دلائل

1۔ رخصت دینے سے شریعت کا مقصد بندوں سے تکلیف اور حرج کو دور کرنا ہے، تاکہ احکام شرع کی بجا آوری میں انہیں مشقت نہ ہو لہٰذا رخصت کو ترجیح دینا مقاصد شریعت کی عین موافقت ہے۔

2۔ ہمیں عزیمت پر عمل کرنے اور رخصت کو اختیار نہ کرنے سے انسانی طبیعت میں اکتاہٹ اور دین سے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔

3۔ قرآن وسنت میں امت سے حرج اور تکلیف کو دور کرنے سے متعلق بے شمار دلائل ہیں جو کثرت کی وجہ سے قطعیت کے درجے میں ہیں اور رخصت کو اختیار کرنے میں بندے اور شارع دونوں کے حق کی رعایت موجود ہے جبکہ عزیمت کو اختیار کرنے میں صرف شارع کے حق کی رعایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو تمام جہانوں سے غنی اور بے پرواہ ہے اسے کسی کی عبادت اور کسی کے مشقت میں پڑنے کی حاجت نہیں۔ لہٰذا عزیمت اور رخصت کے اجتماع میں رخصت کو اختیار کرنا افضل ہے۔

4۔ حدیث شریف میں رخصت پر عمل کرنے کو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے چنانچہ سنن بیہقی میں ہے:

"إن الله عزوجل يحب أن تؤتى رخصه، كما يكره أن تؤتى معاصيه"(38)

"بے شک اللہ تعالیٰ یہ بات پسند ہے کہ اس کی دی رخصتوں پر عمل کیا جائے، اسی طرح اس کو یہ بات ناپسند ہے کہ اس کی نافرمانی کا ارتکاب کیا جائے۔"

لہٰذا رخصت پر عمل کرنا قابل ترجیح ہے۔

خلاصہ بحث

اسلام نے اپنی تعلیمات میں انسان کی فطری کمزوریوں اور مختلف حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے رخصت اور عزیمت کے احکام وضع کیے ہیں، جو دین کی رحمت اور سہولت کا مظہر ہیں۔ یہ احکام جہاں اسلام کے دین فطرت ہونے کی دلیل ہیں، وہیں ان کی پابندی سے مسلمانوں کو عمل میں آسانی اور قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ عزیمت پر عمل کرنے سے جہاں تقویٰ اور پرہیز گاری کی روح پروان چڑھتی ہے، وہیں رخصت کا اختیار دینا اسلامی قانون کی لچک اور وسعت کا غماز ہے، جس کا مقصد انسانیت کی بھلائی اور آسانی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات(References)

(1) المائدہ، 3:5

(2) الحج، 78:22

(3) البقرہ، 185:2

(4) سیوطی، عبد الرحمن جلال الدین، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ص:76

(5) ایضاً، ص:74

(6) البقرہ، 286:2

(7) ابن ابی شبیہ، عبد اللہ بن محمد، الادب لابن ابی شیبہ، دار البشائر الاسلامیہ، لبنان، 1999ء، رقم الحدیث:192

(8) مسلم بن حجاج، ابو الحسین، صحیح مسلم، كتاب الفضائل، باب علمه بالله تعالىٰ وشدة خشية، دار الجیل، بیروت، 1434ھ، رقم الحدیث:6255

(9) النساء، 28:4

(10) البقرہ، 185:2

(11) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، **كتاب الايمان، باب الدين يسر**، دار طوق النجاۃ بیروت، 1422ھ، رقم الحدیث:39

(12) البانی، محمد ناصر الدین، صحیح الادب المفرد، مکتبہ دار الصدیق، اردن، 1/125

(13) بخاری، صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ما یکره من التنازع والاختلاف، رقم الحدیث:3038

(14) البقرہ، 2:173

(15) قزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب من مر علی ماشية قوم، أو حائط هل يصيب منه، رقم الحدیث:2298

(16) الانعام، 6:145

(17) سجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الحسد، دار الفکر، بیروت، س ن، رقم الحدیث:4904

(18) البقرہ، 2:286

(19) المائدہ، 5:6

(20) ابن رجب حنبلی، عبد الرحمن بن احمد، جامع العلوم والحکم، دار المعرفہ، بیروت، ص:269

(21) غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفیٰ، دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 1993ء، ص:374

(22) علاء الدین العطار، فتاوی الامام النووی، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، طبع ششم، 1996ء، ص:236

(23) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاوی، مجمع الملک فہد، مدینہ منورہ، 1995ء، 20/220

(24) ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین، مکتبہ الکلیات الازہریہ، مصر، 1968ء، 4/243

(25) ایضاً، 4/231

(26) زرکشی، محمد بن عبد اللہ، تشنیف المسامع، مکتبہ قرطبہ للبحث العلمی واحیاء التراث، قاہرہ، طبع اول، 1998ء، 4/62

(27) ایضاً، 4/621

(28) البقرہ، 2:185

(29) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب في الأمر بالتيسير، رقم الحدیث:4626

(30) بخاری، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، رقم الحدیث:3560

(31) رازی، محمد بن ابی بکر، مختار الصحاح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1994ء، 1/423

(32) الاحقاف، 46:35

(33) طٰہ، 20:115

(34) غزالی، المستصفیٰ، ص:78

(35) شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات، دار ابن عفان، بیروت، طبع اول، 1997ء، 1/468

(36) الاحزاب، 33:10

(37) الاحزاب، 33:23

(38) احمد بن حنبل، مسند احمد، مکتبہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، طبع دوم، 1999ء، 10/112، رقم الحدیث:5873